خالد امین*

اردو مصنفین اور تحریکِ اتحادِ اسلامی (مولوی عبدالحق کی ایک نادر تحریر)

مولوی عبدالحق (۱۸۷۰ء۔۱۹۶۱ء) اردو کے بڑے محقق، نقاد، خاکہ نگار اور خطبہ و مقدمہ نگار تھے۔انھوں نے اردو کی ادبی تاریخ کے کئی گم نام گوشوں کو حیات جاوداں عطا کی۔ سرسید (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) وحالی (۱۸۳۷ء۔۱۹۱۴ء) کی قائم کردہ نثری روایت کو عبدالحق نے ایک نئی تازگی عطا کی۔ان کی نثر نہایت سادہ، دلکش، بامعنی ہے۔مگر کچھ مضامین ایسے بھی ہیں جو کم یاب رسائل میں ہونے کے باعث مولوی عبدالحق کی مرتبہ کتابوں میں شامل نہیں ہیں، جیسے مولوی صاحب نے علی گڑھ منتھلی میں ایک مضمون ''ختنے کی تاریخ اور اس کے فوائد'' پر جون ۱۹۰۵ء میں تحریر کیا تھا۔[۱] اسی طرح مولوی عبدالحق کا ایک نادر مضمون ''مصطفیٰ کامل پاشا'' جو رسالہ دکن ریویو میں ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا تھا تاحال غیر مدون اور غیر معروف ہے۔

یہ مضمون ایک خاص پس منظر میں لکھا گیا تھا۔انیسویں صدی کے وسط میں عالم اسلام کو یورپی طاقتوں کی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا، اور بیش تر اسلامی ممالک یورپی طاقتوں کی نوآبادیات میں تبدیل ہو کر رہ گئے۔اس صورت حال میں عالم اسلام کو ایک مرکز پر متحد کرنے کے لیے سلطنتِ عثمانیہ اور عالم اسلام کے سرکردہ رہنمایانِ کرام نے، جن میں جمال الدین افغانی (۱۸۳۸ء۔۱۸۹۷ء) پیش پیش تھے، ایک تحریک برپا کی جسے ''تحریکِ اتحادِ اسلامی'' کا نام دیا گیا ہے۔اس کے اہم مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ تمام مسلم ممالک اپنی آواز

کو دنیا کے سامنے مشترکہ طور پر پیش کریں تاکہ ان پر کی جانے والی جارحیت کا مداوا کیا جاسکے۔

ہندوستانی مسلمان بھی برطانیہ کی نوآبادیات کا حصہ تھے لہٰذا اس خطے میں بھی اس تحریک کے پنپنے اور پھلنے پھولنے کے امکانات بے پناہ تھے اور ان امکانات کو پروان چڑھانے کے لیے جمال الدین افغانی نے ہندوستان کی سرزمین کا بھی انتخاب کیا اور تحریک اتحاد اسلامی کے تعلق سے حیدرآباد دکن میں کئی لیکچر دیے، جس کے خاطرخواہ اثرات ہندوستان کے علمی و ادبی حلقوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس تحریک کے حوالے سے کئی علمی اور ادبی مضامین بھی منصۂ شہود پر آئے۔ اردو کے ادیبوں نے یورپ کی جارحانہ پالیسی کا جائزہ لیا' اور اس وقت کی بڑی علمی و ادبی شخصیات پر مضامین لکھے گئے۔ خصوصاً جمال الدین افغانی (۱۸۳۸/۹۔۱۸۹۷)، مصطفیٰ کمال پاشا (۱۸۸۱۔۱۹۳۸ء)، سلطان عبدالحمید (۱۸۴۲۔۱۹۱۸ء)، مصطفیٰ کامل پاشا (۱۸۷۴۔۱۹۰۸ء) وغیرہ پر اردو زبان میں سوانحی مضامین کی کثرت نظر آتی ہے۔ مولوی انشاءاللہ خان (۱۸۷۰ء۔۱۹۲۸ء) نے حمیدیہ سٹیم پریس لاہور سے جس کے وہ خود بانی بھی تھے' اور ایک اخبار وطن بھی نکالتے تھے، ''تحریک اتحاد اسلامی'' سے وابستہ شخصیات اور ان کے کاموں کو نمایاں انداز میں شائع کیا۔ عربی زبان میں محمد علی پاشا (۱۷۶۹ء۔۱۸۴۹ء) پر نسیب آفندی نے ناول لکھا، اس کا ترجمہ کروا کے انھوں نے اپنے پریس سے شائع کروایا[۲]، مگر اس پر تاریخ اشاعت موجود نہیں۔ علاوہ ازیں ایک اہم کتاب کا ترجمہ سلطان عبدالحمید (۱۸۴۲ء۔۱۹۱۸ء) کے حوالے سے مولوی انشاءاللہ خان نے خود کیا ہے۔ مولوی صاحب کے بقول یہ کتاب ایک یورپی شہزادی این ڈی لوسگنان (Anne de Losignan) نے سلطنت عثمانیہ میں کئی برس رہنے کے بعد ۱۸۸۸ء میں تصنیف کی تھی۔ اس کتاب میں سلطان عبدالحمید کے عہد حکومت کے پہلے بارہ برسوں کے حالات درج ہیں۔ اس کا مطالعہ یورپ اور ترکی کے پیچیدہ معاملات کی تفہیم کے لیے بنیادی ماخذ ہے۔ مولوی انشاءاللہ خان نے اس کتاب میں ترجمہ کے علاوہ حواشی و تعلیقات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب سلطان کی زندگی اور برطانیہ کے ترکی کے ساتھ تناقضات کا صحیح منظر پیش کرتی ہے۔ مولوی انشاءاللہ خان نے اس کتاب کے علاوہ بھی ترکی اور ''تحریک اتحاد اسلامی'' کے تعلق سے کئی اہم کتابوں کا ترجمہ اور کئی کتابوں کو مرتب بھی کیا ہے ان میں ایک ترک کا روزنامچہ[۳]، واقعات روم[۴]، مفروضہ مظالم آرمینیا و دول ثلاثہ[۵]، وہ کتابیں ہیں جو نادر ہونے کے علاوہ ترک اور اسلامی دنیا کے حالات کو جاننے کے لیے اور ''تحریکِ اتحاد

اسلامی'' کے اردو ادب پر اثرات کو سمجھنے کے لیے اہم ماخذ کا کام دیں گی۔

۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۴ء تک اردو کے کئی رسالے ایسے ہیں جو صرف ترکی اور خلافت عثمانیہ اور عالم اسلام میں برپا تحریکوں کے لیے وقف تھے اور ان رسائل کے ذریعے اردو ادب میں نظم و نثر کا سرمایہ وسیع ہوا۔ انھیں رسالوں میں ایک رسالہ معارف بھی تھا، جو دہلی سے نکلتا تھا اس کے مدیر حاجی محمد اسماعیل خان تھے اس رسالے کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس میں سب سے پہلے حیات جاوید حالی کی لکھی ہوئی سید احمد کی سوانح عمری، قسط وار شائع ہوئی۔ اردو کے انشاء پرداز سجاد حیدر یلدرم (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۰ء) کے مضامین بھی اس رسالے میں پہلی بار شائع ہوئے۔ اس رسالے میں ترکی کے مشہور اور مقبول ناول نگار ''احمد مدحت'' کے ایک ناول سرکیشیا کا ترجمہ سجاد حیدر یلدرم نے اردو زبان میں کیا۔ یہ ناول کوہ قاف اور سرکیشیا کے رسم و رواج اور وہاں کے عجیب و غریب مناظر کے ذکر سے بھرپور ہے۔ احمد مدحت کا یہ ناول ترکوں کی ناول نگاری کی قابلیت کا خوب صورت ترین اظہار بھی ہے۔[۶] اس ناول میں عالم اسلام سے دلی لگاؤ اور وابستگی کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔[۷]

صبحی خانم تعلیم یافتہ اور روشن خیال خاتون تھیں۔ انھوں نے ترک عورتوں پر اپنے خیالات کے گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ ان کا ایک مضمون ''ایک ترکی خاندان اور اس کی گذشتہ و موجودہ حالت'' ترکوں کی معاشرتی تبدیلی کو سمجھنے کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس مضمون کا ترجمہ اردو زبان میں کیا گیا۔ اس مضمون سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قدیم روایات کو ترک کر کے جدید رجحانات کس طرح کسی معاشرے میں پروان چڑھتے ہیں۔[۸]

رسالہ معارف، دہلی میں ترکی زبان کے ایک شاعر ''نامق کمال بے'' (۱۸۴۰ء۔۱۸۸۸ء) کی سوانح عمری بھی موجود ہے جس کو عبدالعلی خان نے مرتب کیا ہے۔ نامق کمال بے خاندانی لحاظ سے ایک شاعر کے گھر میں پیدا ہوئے' ان کے دادا احمد راتب پاشا بھی ترکی زبان کے نامور شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں تصوف کی جھلک پائی جاتی ہے۔ نامق کمال بے شاعری اور نثر نگاری دونوں میدانوں کے شہسوار تھے۔[۹] الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء۔۱۹۱۴ء) پر نامق کمال بے کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ کیوں کہ حیاتِ جاوید کا آغاز بھی نامق کمال بے کے ایک پیرا سے ہوتا ہے۔ حالی لکھتے ہیں کہ ترکی زبان کے نامور شاعر

نامق کمال بے نے اپنے چند اشعار میں یہ مضمون درج کیا ہے کہ:

> ایک انسان کی زندگی دوسرے انسان کے لیے روشنی کے مینار کی طرح ہے جو سمندر کے کنارے ڈولتے جہازوں کو اشارہ کرتا ہے کہ جلد بھنور سے نکل جاؤ۔ مبارک ہیں وہ جو اس اشارے کو سمجھتے ہیں اور اپنی زندگے کے جہاز کو چٹانوں سے بچا کر نکل جاتے ہیں۔[10]

مارماڈیوک پکھتال (۱۸۷۵ء۔۱۹۳۶ء) بھی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انھوں نے جنگِ عظیم اوّل کے حوالے سے کئی ناول لکھے ہیں۔ ان کا ایک ناول *Early Our's* کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا ترجمہ مظہر الدین مالک دائرہ علمیہ الامان، دہلی نے صبحِ ترکی [11] کے نام سے کیا ہے۔ ترکی، مصر و شام کے طویل سفر، مسلمانوں کی زندگی کے عمیق مطالعہ اور ان میں موجود سیاسی، سماجی اور نفسیاتی کیفیات جو نو آبادیات کے تسلط کی وجہ سے ان کے ذہنوں پر قائم ہوئیں، ان تمام مشاہدات و تاثرات کا خاکہ اس ناول میں دیکھا جا سکتا ہے۔[12] اس ترجمے سے اردو زبان و ادب میں اس تحریک کے بھرپور رجحانات کا پتا چلتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تحریروں کو دوبارہ اہلِ نظر کے سامنے پیش کیا جائے۔

مصطفیٰ کامل پاشا مصر کے قوم پرست رہ نما تھے۔ ۱۴ اگست ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے اور فروری ۱۹۰۸ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ فرانس میں قانون دانی کی ڈگری حاصل کی، اور خدیو رفیق پاشا کے معاونِ کار کی حیثیت سے مصر کی عملی سیاست میں حصہ لیا۔ عالم اسلام میں ان کو نہایت اچھی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ مصطفیٰ کامل پاشا نے صحافی کی حیثیت سے بھی اپنا لوہا منوایا' اور ۱۹۰۰ء میں ایک رسالہ اللیوا جاری کیا۔

رسالہ دکن ریویو کے مدیر مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۳ء۔۱۹۵۶ء) نے اس رسالے میں اردو زبان و ادب کے مشاہیر کے علاوہ اسلامی تحریکوں سے وابستہ اصحاب پر مضامین شائع کیے۔ مولوی عبدالحق کے مضمون کے اختتام پر ظفر علی خاں نے ''رحلت مصطفیٰ کامل پاشا'' نظم بھی لکھی ہے۔[13] ترکی کی خلافت اور عالم اسلام پر یورپی جارحیت کے سیاسی نتائج خواہ کچھ بھی ہوں مگر اردو ادب پر اس کے اثرات نہایت گہرے مرتسم ہوئے ہیں، جس کا مطالعہ کئی حوالوں سے کیا جانا چاہیے۔ اس کی ایک مثال رتن ناتھ سرشار (۱۸۴۶ء۔۱۹۰۳ء) کے ناول میں اس کا ہیرو ''آزاد' جنگ بلقان میں باقاعدہ شریک ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ علاوہ ازیں قرۃ العین حیدر (۱۹۲۸ء۔۲۰۰۷ء) کے ناولوں میں جا بجا ترکی اور خلافت تحریک کے حوالوں

سے مثالیں ملتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ خصوصاً چاندنی بیگم میں قنبر صاحب کے حالات کو بیان کرتے ہوئے ایک بھائی کے ذکر میں یہ مذکور ہے کہ وہ ترکی کی خلافت تحریک سے اتنے متاثر ہوئے کہ ''جنگ سمرنا'' میں شریک ہونے کے لیے ترکی چلے گئے۔ یہ وہ چند مثالیں ہیں جن کا تفصیلی مطالعہ کیا جانا ضروری ہے۔ تاکہ اردو ادب میں ان قوی رجحانات کا درست پس منظر و پیش منظر سامنے آ سکے۔

مصطفیٰ کامل پاشا مغفور [14]

مولوی عبد الحق

اے وادیٔ نیل! اے قدامت کی دیبی! تو ملکہ امصار اور سرتاج اقالیم ہے تیری شہرت تیری کشش اب بھی دلوں میں گھر کیے ہوئے ہے۔ تیری سرسبزی و زرخیزی تیری فراوانی و شادابی جو اس وقت تھی اب بھی ہے۔ اے علم و فن کے گہر! اے تہذیب و شایستگی کے معدن! تو دنیا کا معلم اور دنیا تیری زلّہ ربا اور خوشہ چیں ہے۔ دنیا کی تہذیبیں تیرے گھر کی باندیاں ہیں۔ یہ نیل کی موجیں نہیں تیری مسکراہٹ ہیں جو آج کل کے مدعیانِ تہذیب کو دیکھ کر تیرے چہرے سے نمایاں ہوتی ہے۔ یہ اہرام نہیں عصا ہیں ان غافلوں کی تنبیہ کے لیے جو اپنی شایستگی اور ترقی پر نازاں ہیں۔ وہ انھیں بتاتے ہیں کہ تم ابھی اس عروج کو نہیں پہنچے جو ہم نے دیکھا ہے۔

اے سلطنتِ فرعون اے مملکتِ عزیز تو نے بڑے بڑے انقلابات دیکھے ہیں۔ تو نے سلطنتوں کے بگڑتے اور بنتے قوموں کو ڈوبتے اور اترتے دیکھا ہے تیرے سامنے آج کل کے انقلاب اور جنگ اس زمانے کی ترقی و تہذیب بچوں کا سا کھیل ہے۔ تو ایسے بہت سے کھیل' کھیل چکی ہے اور بہت کھلا چکی ہے۔ لیکن دنیا کا دستور ہے کہ ایک بساط کے الٹنے پر دوسری بچھ جاتی ہے اور نیا کھیل شروع ہو جاتا ہے آج کل تیرے بساط پر دوسرے حریف موجود ہیں، اور تیرے گھر میں ایک ایسی قوم آباد ہے جس کا تجھے سان گمان بھی نہ تھا۔ تجھے کیا معلوم تھا کہ جنگلی مہذب ہو جائیں گے اور صحرائی فاتح عالم اور بانی تمدن بنیں گے اور انھیں کی ایک شاخ نیل کے کنارے آ کر آباد ہو گی۔ اس قوم کی ترقی اور انحطاط تیرے سامنے کی بات ہے۔ گو ایک زمانے میں لوگ اس کی خوش اقبالی کی قسم کھاتے تھے مگر آج اس پر بدبختی اور بد اقبالی چھائی ہوئی ہے۔ تیری زرخیزی اور شادابی نے

اسے کاہل اور غافل کر دیا تھا، لیکن اب غیروں کی جبر و تعدی دوسری اقوام کی ترقی اور اپنی غفلت اور کاہلی نے ان میں چند ایسے نفوس پیدا کر دیے جن کے پاک انفاس سے قوم میں بیداری کے آثار نظر آنے لگے۔ ایسے لوگ بڑی مشکلوں بڑے انقلابات اور قرنوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

عام طور پر خیال یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور یہ سب کائنات یعنی چرند پرند جمادات زمین و آسمان چاند سورج ستارے اس کی خدمت کے لیے بنائے گئے ہیں لیکن میری رائے میں اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ ہزاروں اور لاکھوں انسان جو صبح و شام تک محنت و مشقت کرتے ہیں کڑوی کسیلی سہتے ہیں عیش و آرام سے بسر کرتے ہیں۔ ہنستے اور روتے ہیں لڑتے اور صلح کرتے ہیں یہ سب کچھ ایک شخص کے لیے ہے جو آئندہ بڑا ہونے والا ہے انسانی سوسائٹی کا مطالعہ یہ بتاتا ہے۔ یہ توہمات باطلہ، یہ انقلابات حیرت انگیز یہ جہالت، بلکہ خیالات و خواہشات خوشی و رنج سب اسی کے لیے ہیں وہ ان سے سبق سیکھتا ہے عزت حاصل کرتا اور اصول قایم کرتا ہے اور اس کا جوش اور درد اس کے دل کو ابھارتا اور اصلاحِ عالم کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ دنیا میں ہر جگہ اس کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح مصر میں بھی خود مصر کی جہالت، غفلت، سستی اور کاہلی اور دیگر انقلابات کے اس زمانہ میں چند ایسے شخص پیدا ہوئے جنھوں نے ملک کی بہبودی کے لیے اپنے تئیں فدا کر دیا۔ اور اس منشائے الٰہی کو پورا کیا، جس کے لیے وہ بھیجے گئے تھے۔ سب سے آخر میں وہ جوان صالح تھا جس کا رونا آج عالم اسلام میں گھر گھر مچا ہوا ہے وہ اپنی قوم کو ذلت و غلامی سے نکالنے اور دنیا میں سرخرو و سرفراز کرنے آیا تھا۔

جوانی کا عالم جو اکثر لوگ (خصوصاً مشرقی ممالک میں) عیش و عشرت اور غفلت میں بسر کرتے ہیں۔ اس نے اس مخلوقِ خدا کی خدمت میں جو سب سے بڑی نیکی اور سب سے بڑی عبادت ہے، بسر کیا۔ اس کی زبان اس کی قلم اس کی جان اس کا مال اس کا دل اس کا دماغ سب قوم کے لیے وقف تھا۔ وہ جواں مرد اور شیر دل تھا اس نے اپنی قوم کے لیے جابروں کے جبر اور گورمنٹ کی ناراضی اٹھائی مگر اپنے مقصد سے منہ نہ موڑا۔ اس میں حبِّ وطن کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور وہی محبت اور جوش اس نے اپنے ہم وطنوں میں پیدا کیا۔ وہ اپنے کام میں بہت کچھ کامیاب ہوا اور ابھی بہت کچھ کامیاب ہوتا مگر ہائے موت نے سارے منصوبے ساری تمنائیں خاک میں ملا دیں اور موت بھی کیسی؟ جوان موت! اور کس قوم میں؟ جہاں پہلے ہی سخت قحط الرجال ہے۔ ایسی موت غضب ہے قیامت ہے محشر کا نمونہ ہے۔ دریائے نیل موجیں مار رہا ہے۔ اہرام مصر

ساکت و صامت کھڑے ہیں۔ اہل مصر ہزار در ہزار سمندر کی طرح امڈے ہوئے ایک جنازے کے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ ملت اسلام کے گھروں میں کہرام مچا ہوا ہے۔ ملک پر اداسی چھائی ہوئی ہے۔ یہ ایک جواں مرد، جواں دل، درد آشنا محبِّ وطن کی آخری رخصت ہے۔

اے سرزمینِ مصر تجھ میں اسلام کا سپوت اور ملک کا جگر گوشہ دفن ہوتا ہے۔ گو تجھ میں اس سے زیادہ بیش بہا گوہر موجود ہیں اور تیرا چپّہ چپّہ مشاہیر سے معمور ہے لیکن جس میں درد دل ہے جو وقت پر بڑا کام کر گزرتا ہے اور وقت پر بے کسوں کی دستگیری کرتا ہے وہ بڑا شخص ہے اور خصوصاً جب وہ قوم کو ذلّت و غلامی سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو بڑا شخص ہے اور اس سے بڑا اس وقت کوئی نہیں۔ اے دریائے نیل تو موجیں مار تا رہ! اے اہرام مصر تم چپ چاپ کھڑے تکتے رہو! تمہاری نظر سے ایسے بہت سے سین گزر رہے ہیں۔ وہ دیکھے ہیں تو یہ بھی دیکھو مگر اس دفن ہونے والے کی عظمت اور بڑائی پر گواہ رہو۔ لیکن تمہاری گواہی کیا گواہی ہے۔ تم خود گونگے بہرے ہو۔ اس کے گواہ اس کے اعمال ہیں۔ ہر فعل جو اس سے ظاہر ہوا ہر حرکت جو اس سے صادر ہوئی۔ ایک ایک دنیا میں زندہ اور قایم ہے اور تا ابد قایم رہے گی اور اپنے اثر سے لوگوں کو مستفیض کرتی رہے گی۔

یہ جو کہتے ہیں کہ بڑے لوگوں کی صحبت میں آدمی بڑا ہو جاتا ہے بالکل سچ ہے۔ ان کے انفاس سے ان کے دہن سے ان کی آنکھوں سے اور ان کے مسام سے ایک نور نکلتا ہے جو ان کے آس پاس کی ہوا میں مل جاتا ہے اور اردگرد کے لوگوں کو منور کرتا اور ان کے دلوں دماغ میں انقلاب پیدا کرتا ہے اگرچہ ہمیں مرحوم کے مرنے کا اتنا ہی قلق ہے جیسا گھر والوں کو گھر کے والی کے، لشکر کو سردار کے اور مریدوں کو اپنے پیر کے مرنے کا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ بڑا شخص تھا اور خداوند عالم نے اسے خاص کام کے لیے بھیجا تھا اور بڑے شخص کی علامت یہ ہے کہ وہ بغیر جانشین چھوڑے نہیں مرتا۔ اس کی زبان کے الفاظ اس کی دہن کی سانس اس کے آنکھوں کی روشنی اس کے ہاتھ کی حرکت لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی ہے۔ اور جہاں جہاں تک اس کے لفظ اور اس کا اثر پہنچتا ہے سب کو اپنا گرویدہ کر لیتا ہے اور رخصت ہونے سے پہلے وہ ایسے لوگ پیدا کر جاتا ہے جو اس کی جگہ پُر کر دیتے ہیں۔ دوسرے اس کے اعمال زندہ اور قایم اور امٹ ہیں وہ اپنا اثر برابر ڈالتے رہتے ہیں اور دلوں کو ابھارتے اور دماغوں کو حرکت دیتے رہتے ہیں۔ اس قلق کی تلافی اور اس صدمے کی جزا ضرور ہے اور حق یہ ہے کہ وہ خود مرنے سے پہلے اس کی تلافی کر کے گیا ہے۔

اے اہل مصر، اے اہل اسلام مرنے والے نے حیات جاوید پائی، تم اگر حیات جاوید چاہتے ہو تو اس راہ پر چلو جو وہ چلا اور اس کام کو جاری رکھو جس کی بنا اس نے ڈالی۔ یہی اس کی یادگار ہے اور اسی میں تمھاری نجات ہے۔

حواشی و حوالہ جات

* استاد، شعبۂ اردو، گورنمنٹ ڈگری سائنس اینڈ کامرس کالج، اورنگی ٹاؤن، کراچی۔

۱۔ مولوی عبدالحق کے اس مضمون کا پہلا حصہ علی گڑھ منتھلی جلد۳ (۶ جون ۱۹۰۵ء) میں شائع ہوا، دوسرا حصہ اب تک دستیاب نہیں ہوسکا۔ اس مضمون کو علی گڑھ میگزین (انتخاب نمبر ۱۹۷۱ء) میں دوبارہ شائع کیا گیا۔ (اور یہ فقط اسی حد تک شائع ہوا ہے، جس سے یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ مولوی صاحب نے یہ مضمون صرف اتنا ہی لکھا تھا اور وہ اس کا اگلا حصہ نہ لکھ سکے۔ یوں اس مضمون کو مکمل ہی سمجھنا چاہیے)۔

۲۔ ناول محمد علی پاشا کا ترجمہ، محمد بشیر منڈیالوی نے انشاء اللہ خان کے کہنے پر کیا تھا۔ مولوی انشاء اللہ خان ۱۳ اپریل ۱۸۷۰ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ مولوی انشاء اللہ گوجرانوالہ کے زمیندار تھے اور مالی طور پر کافی خوشحال تھے۔ مولوی انشاء اللہ نے اردو میں پہلا مضمون ۱۸۹۵ء میں پیسہ اخبار میں اور انگریزی میں پیسہ اخبار کے انگریزی اخبار دی سن میں لکھا۔ اس کے بعد کئی مضامین اخبار وکیل میں اسلامی موضوعات پر تحریر کرتے رہے۔ ۱۸۹۵ء میں ہی اخبار وکیل کے ایڈیٹر ہوگئے۔

اخبار وکیل میں آرمینیا کے متعلق ایک سلسلۂ مضمون ''مفروضہ مظالم آرمینیا'' کے نام جاری کیا جو کئی اقساط پر مبنی تھا جس سے اس اخبار کی اشاعت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ اسی اخبار میں ''حجاز ریلوے'' کے اجرا کا سلسلہ شروع کیا، اور ہندستانی مسلمانوں کو اس ریلوے منصوبے کی سیاسی اہمیت سے آگاہ کیا جو سلطنتِ عثمانیہ کو پہنچنے والی تھی۔ اسی اخبار سے وابستگی کے دوران چند کتابیں نقشہ جات حجاز ریلوے، محاربات تھیسلی، محاربات پلیونا تحریر کیں، جو بالخصوص ترکی سے متعلق تھیں۔

۱۹۰۰ء میں اخبار وکیل سے قطع تعلق کر کے ۱۹۰۲ء میں لاہور سے وطن کے نام سے اپنا ذاتی اخبار جاری کیا اور حمیدیہ پریس بھی قائم کیا جس میں اسلامی موضوعات اور بالخصوص ترکی خلافت سے متعلق کتابوں کے ترجمہ و تالیف و تصنیف کا کام بڑے پیمانے پر شروع کیا گیا۔ اگر اس عہد کی حمیدیہ پریس لاہور کی تمام کتابیں دستیاب ہو جائیں تو خلافتِ عثمانیہ سے متعلق اردو زبان میں کیے گئے کاموں کی نوعیت کا وسیع تناظر میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

مولوی انشاء اللہ خان امارت اور اخباری کامیابی کے باوجود بالکل سادہ رہتے تھے۔ دوست احباب کی خاطر داری کا پورا خیال رکھتے تھے مگر حساب کتاب اور روپے پیسے کے معاملے میں خواہ وہ مولانا شبلی سے ہی کیوں نہ ہو، تجارتی اصولوں کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ (مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: محمد الدین فوق، مولف اخبار نویسوں کے حالات (لاہور: رفاہ عام سٹیم پریس، اکتوبر ۱۹۱۲)، ص۲۴، ۲۵، ۲۶۔

۳۔ خالد خلیل کی انگریزی کتاب کا اردو میں مولوی انشاء اللہ خان نے ایک ترک کا روزنامچہ کے عنوان سے ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب میں ''ینگ ترکس پارٹی'' کے بیانات کی کافی تردید کی گئی ہے۔ خالد خلیل کی یہ کتاب اوکسفرڈ یونی ورسٹی سے شائع ہوئی تھی۔ کتاب میں سنِ اشاعت موجود نہیں ہے۔

۴۔ یہ کتاب امریکن مصنف کی کتاب کا ترجمہ ہے مگر مولوی انشاء اللہ خان نے اس مصنف کا نام کتاب میں درج نہیں کیا اور نہ ہی انگریزی نام درج کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مجملاً وہ تمام حالات و واقعات درج ہیں جو سلطان عبدالحمید کے زمانے میں ترکی کے مختلف صیغوں کی اصلاحات کے حوالے سے ہوئے تھے۔ مصنف نے کسی بھی صیغے کو چھوڑا نہیں بلکہ تمام محکموں کی تفصیل درج کی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۵ء میں حمیدیہ سٹیم پریس لاہور سے شائع ہوئی۔

۵۔ یہ کتاب عہد نامجات برلن سین سٹیفانو و پیرس۔ دول ثلاثہ کی پیش کردہ اصلاحات مولوی محمد انشاء اللہ خان نے ۲۵ ستمبر ۱۸۹۵ء کو مرتب کی۔ اس کتاب میں نپولین بونا پارٹ کے قید کیے جانے کی مختصر تاریخ اور اس کے ایک ہمراہی کا خط بھی ہے۔ اس کے علاوہ شورش آرمینیا کے مختصر حالات درج کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی تیسری اشاعت ۱۹۰۵ء میں ہوئی ہے۔

۶۔ مولوی وحیدالدین سلیم پانی پتی، مدیر، رسالہ معارف، دہلی (جولائی ۱۹۰۰ء): ص۵۶۔

رسالہ معارف کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۰۰ء میں دہلی سے شائع ہوا اور اس کے مدیر حاجی محمد اسماعیل خان اور مولوی وحیدالدین سلیم پانی پتی تھے۔ مگر اس رسالے کی اشاعت ۱۹۰۱ء میں پانی پت سے ہونے لگی۔ یہ رسالہ اپنے مقاصد کو واضح کرتے ہوئے خود لکھتا ہے کہ ''یہ علمی و ادبی رسالہ جو بلاد اسلامیہ کے نامور ترکی رسالوں کے نمونے پر ہے۔ اس رسالے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے اردو زبان کے علم و ادب کے دائرے کو وسیع کیا جائے اور انگریزی، عربی و ترکی زبانوں کے نایاب کتب و رسائل سے مفید اور دلچسپ مضامین کے ترجمے کیے جائیں۔ تاکہ مسلمانوں میں روشن ضمیری اور علم اسلام سے ان کی وابستگی کو مضبوط و توانا بنایا جا سکے۔'' رسالہ معارف، پانی پت (جنوری ۱۹۰۱ء): ص۱۔

۷۔ معارف، پانی پت (اکتوبر ۱۹۰۰ء): ص۱۰۱۔

۸۔ ایضاً۔

۹۔ ایضاً، ص۱۲۶۔۱۲۷۔

۱۰۔ ایضاً (جون ۱۹۰۱ء): ص۱۲۱۔

۱۱۔ محمد مظہرالدین، مترجم، صبح ترکی (دہلی: دائرہ علمیہ الامان، ۱۹۲۵ء)۔ محمد مظہرالدین اخبار الامان کے بانی و ایڈیٹر بھی تھے۔

۱۲۔ صبح ترکی محض ایک دلکش ناول نہیں ہے بلکہ اس میں ترکی کے تاریخی انقلاب، قومی معاشرت، اخلاق، شجاعت، صداقت، تمدن، طریقۂ جنگ اور ولولۂ جہاد کی نہایت عمدہ انداز میں تفصیلات ملتی ہیں۔

۱۳۔ ظفر علی خاں کی وہ نظم یہ ہے:

رحلت مصطفیٰ کامل پاشا

مصطفیٰ کامل تری رحلت ہے رہن سوز و ساز
خویش ماتم کر رہے ہیں عید ہے اغیار کی
تیرے مرنے سے مٹی جاتی ہے قومی آبرو
کم ہوئی جاتی ہے رونق مصر کے بازار کی
دل ہمارا تیرے داغوں سے ہوا رشکِ ارم
دیکھ لے جنت سے آکر زینت اس گلزار کی

بنیاد جلد چہارم ۲۰۱۳ء

تو بھی ہو خونابہ ریز اس غم میں اے دریائے نیل
کیوں نہیں تقلید کرتا دیدۂ خوں بار کی
تیرے مرنے کا نہیں کچھ مصر والوں کو ہی غم
شاق ہم کو بھی ہے رحلت مصر کے غم خوار کی
تو نہیں سوتا ہے آغوش لحد میں بے خبر
بند ہیں آنکھیں ہمارے طالع بیدار کی
دور منزل تھی ابھی اور رہزنوں کا خوف تھا
کارواں کو تھی ضرورت کارواں سالار کی
تیری عظمت کی شہادت کے لیے اے فخر قوم
اُٹھ رہی ہے مصر میں انگشت ہر مینار کی
اللوا کے کارفرما ملتِ بیضا کے ساتھ
رو رہی ہے تجھ کو آزادی سمندر پار کی

۱۴۔ مغفور۔ یہ مادہ تاریخ میرے نہایت عزیز سید ہاشم سلمہ نے نواب محسن الملک کے لیے نکالا تھا۔ چوں کہ دونوں بزرگوں کا مشن ایک ہی تھا اور ایک ہی سال میں دونوں نے انتقال فرمایا لہٰذا میں نے مصطفیٰ کامل پاشا کے نام کے ساتھ استعمال کر لیا ہے۔ اور اس کے لیے میں اپنے عزیز سے معافی چاہتا ہوں۔ (مولوی عبدالحق)۔

مآخذ

انشاءاللہ خان، مولوی۔ مترجم واقعات روم۔ لاہور: حمیدیہ سٹیم پریس، ۱۸۹۵ء۔

__________۔ مرتب عہدنامجات برلن سین سیٹی فانو و پیرس۔ دول ثلاثہ کی پیش کردہ اصلاحات ۔ تیسری اشاعت ۱۹۰۵ء۔

خلیل، خالد۔ ایک ترک کا روزنامچہ۔ مترجم مولوی انشاءاللہ خان۔ اوکسفرڈ یونی ورسٹی، س۔ن۔

معارف۔ دہلی (جولائی، ۱۹۰۰ء)۔

______۔ پانی پت (اکتوبر، ۱۹۰۰ء)۔

______۔ پانی پت (جنوری، ۱۹۰۱ء)۔

______۔ پانی پت (جون، ۱۹۰۱ء)۔

ظفر علی خاں، مولانا۔ ’’رحلت مصطفیٰ کامل پاشا‘‘۔ رسالہ دکن ریویو (۱۹۰۸ء)۔

فوق، محمد الدین۔ مولف۔ اخبار نویسوں کے حالات۔ لاہور: رفاہ عام سٹیم پریس، اکتوبر ۱۹۱۲ء۔

عبدالحق، مولوی۔ ’’ختنے کی تاریخ اور اس کے فوائد‘‘۔ علی گڑھ منتھلی جلد ۳ (جون ۱۹۰۵ء)۔

عبدالحق، مولوی۔ ’’ختنے کی تاریخ اور اس کے فوائد‘‘۔ علی گڑھ منتھلی (انتخاب نمبر، ۱۹۷۱ء)۔

مظہر الدین، محمد۔ صبح ترکی۔ دہلی: دائرہ علمیہ الامان، ۱۹۲۵ء۔